کشور ناہید بطور کالم نویس۔ اکیسویں صدی کے تناظر میں

نازیہ رفیق

Nazia Rafique

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt.College University, Faisalabad.

صائمہ شکور

Saima Shakoor

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt.College University, Faisalabad.

Abstract:

Kishwar Naheed, as the representative of present era, is regarded as the prominent writer, poetess and columnist of 21st century. She has transformed her way of thinking with respect to the changing trends of modern era and worked in all the fields of literary writing whether poetry, or prose, translations or column writing. Her style of writing is quite unique in each and every field of literary writing. She is very well familiar with the expectation and priorities of modern age. This is why, her columns depict the wisdom of modern era . Why benefiting from the wider scope of Urdu language, she has recognised herself with the help of her identical style and technique. She is a torch bearer in Urdu language in accordance to her art and craft.

انسان میں فطرتاً ایک تجسس کا مادہ بھی موجود ہوتا ہے، وہ نئی سے نئی دنیاؤں اور باتوں کی کھوج میں لگا رہتا ہے، زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اس کا تجسس اسے نئی دریافتوں پر اکساتا ہے، پھر وہ ان چیزوں اور نئی دریافتوں سے جہاں خود بہرہ مند ہوتا ہے وہیں دوسرے لوگوں کو بھی اس سے واقف کرانے کی خواہش رکھتا ہے یہی خواہش خبر بنتی ہے جو صحافت کا بنیادی ذریعہ ہے۔ خبر سے ہی انسان باخبر بنا۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوا بلکہ ایک ملک دوسرے ملک کے حالات و واقعات سے آگاہ ہوا اور یوں صحافت بطور شعبہ ترقی کرتا چلا گیا۔ صحافت کا شعبہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ صحافت کو انگریزی میں جرنلزم کہا جاتا ہے، صحافت میں اخبار کے ذریعے خبروں کو مختلف صورتوں میں لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ ایک تو محض سیدھی سادی خبر کی

صورت ہے جبکہ دوسری صورتیں اداریہ یا کالموں کی ہیں۔جن میں خبروں کے ساتھ ساتھ وضاحت ورہنمائی کے عناصر بھی موجود ہوتے ہیں۔صحافت نے جیسے جیسے ترقی کی ویسے ویسے اس میں نئے انداز واطوار بھی سامنے آتے گئے۔صحافت میں جدید صورت کالم کی ہے۔صحافت سے وابستہ لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خبروں کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اپنا نقطۂ نظر بھی لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں جو وہ سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں لوگوں کو اس سے آگاہ کرسکیں۔دور جدید میں کالم کی اہمیت اخبار کی مقبولیت کے لیے اہم ہے۔پرنٹ میڈیا میں اسے قبول عام کی سند مل چکی ہے۔کالم کے حوالے سے پروفیسر مظفر عالم ظفری لکھتے ہیں:

''کالم سے مراد اخبارات ورسائل کی وہ مختصر تحریریں ہیں جو مخصوص عنوان اور مخصوص نام کے ساتھ باقاعدگی سے شائع ہوں ان کا موضوع معاشرے کا کوئی بھی پہلو ہوسکتا ہے۔''(۱)

زندگی اور معاشرے کے ہر پہلو کو کالم کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔سیاست۔معیشت،معاشرت،تعلیم،اقتصادیات، نفسیات یا سائنس،طبیعات،تاریخ اور ادب غرض کہ ہر اس موضوع پر لکھا جاسکتا ہے جس کا تقاضا وقت اور حالات کررہے ہوں۔ دور جدید میں کالم نویسی کو بہت فروغ مل رہا ہے۔انھیں موضوعات،مواد اور طرز اسلوب کے لحاظ سے مختلف اقسام میں تقسیم کرنا ممکن نہیں کیوں کہ کالم نویس اپنا اپنا انداز تحریر رکھتے ہیں بقول محمد اسلم ڈوگر:

''کالم کی اقسام نہیں بتائی جاسکتیں۔مختلف کالموں کا اسلوب ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہوتا ہے اور موضوع ومواد کے لحاظ سے بھی ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں ہوتی۔''(۲)

اس کے باوجود ماہرین صحافت نے کالم کی اقسام متعین کرنے کی سنجیدہ کوشش کی ہے اور اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔کالم کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے جن میں ایک موضوعاتی کالم ہے اس میں کسی خاص پیشے،مشغلے یا مضمون کے متعلق لکھا جاتا ہے دوسری تقسیم اسلوبی کالم کی ہے چونکہ ہر کالم کا اپنا اپنا انداز تحریر ہوتا ہے اور یہی انداز تحریر اس کالم نویس کو دیگر کالم نویسوں میں منفرد مقام دیتا ہے جبکہ تیسری قسم مشاہداتی کالم ہے جن میں کالم نویس اپنے ذاتی مشاہدے اور خیالات کو تحریری اظہار میں ڈھالتا ہے۔اردو صحافت جب بیسویں صدی میں داخل ہوئی تو جہاں کئی حوالوں سے ترقی سامنے آئی وہیں صحافتی تجربات سے استفادہ کرنے کی بھی روایت چل پڑی۔شفیق جالندھری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''اردو صحافت میں کالم نویسی کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں ہوا لیکن اردو اخبارات کی تحریریں شروع دن سے ہی اپنے اندر کالم کا رنگ ڈھنگ اور طرز اسلوب سموئے ہوئے تھیں۔''(۳)

بیسویں صدی میں خواجہ حسن نظامی کا نام اردو صحافت میں ابھرا۔پھر مولانا ظفر علی خان، چراغ حسن حسرت،مولانا عبدالماجد دریا آبادی،مولانا محمد علی جوہر اور حمید نظامی بطور کالم نویس متعارف ہوئے۔۱۹۴۷ء قیام پاکستان کے بعد مولانا عبدالمجید سالک، مجید لاہوری، ظہیر کاشمیری اور میاں محمد شفیع نے لکھنا شروع کیا۔۱۹۵۰ء کے بعد تو اردو صحافت میں مزید تیزی و ترقی دیکھنے کو ملی۔احمد ندیم قاسمی،حسن احمد صدیقی اور انتظار حسین جیسے کالم نویس صحافت کے میدان میں ابھرے،بیسویں صدی کے آخری عشرے میں کالم کو مزید ترقی اور اعتبار ملا اور اردو ادب وصحافت کے بڑے نام اس صنف سے وابستہ ہوگئے ان میں پروفیسر محمد سلیم، مجیب الرحمٰن شامی، عبدالقادر حسن، ارشاد احمد حقانی،سید ریاض حسین شامل ہیں۔اگر اکیسویں صدی میں فن صحافت

بالخصوص کالم نویسی کے فن کو دیکھا جائے تو اس سے بہت سے شعرا اور ادبا منسلک ہوئے۔ ان میں امجد اسلام امجد، افتخار عارف، مستنصر حسین تارڑ، بشریٰ رحمٰن اور کشور ناہید شامل ہیں۔

عہد حاضر کی نمائندہ کشور ناہید اکیسویں صدی کی ترجمان ادیبہ، شاعرہ اور کالم نویس کے طور پر ابھرتی ہیں۔ انھوں نے وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالا ہے اور ادب کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ چاہے وہ شاعری ہو، نثر ہو، تراجم ہوں یا کالم نویسی۔ ہر صنف میں خود کو منوانے کے بعد وہ اکیسویں صدی کی ایک ممتاز اور باریک بین کالم نویس کے طور پر سامنے آتی ہیں وہ عہد جدید کے تقاضوں اور ترجیحات سے اچھی طرح واقف ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کالم عصری شعور کے آئینہ دار ہیں اور انھوں نے اردو زبان کی وسعت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں بھی اپنے منفرد اسلوب کی بدولت پہچان پائی ہے۔ اس نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو کشور ناہید کی ہمہ جہت شخصیت میدان صحافت میں پوری طرح جلوہ گر ہے۔ کشور ناہید نے انگریزی زبان میں بھی کالم لکھے اور اردو زبان میں بھی مگر فنِ صحافت میں ان کا باقاعدہ آغاز تو تبھی ہو گیا تھا جب انھوں نے رسالہ ''پاک جمہوریت'' کی ادارت سنبھالی اور نہایت کامیابی سے فرائض سرانجام دیے۔ کچھ عرصہ بعد ''ماہِ نو'' کی مدیرہ کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا اور ''ماہِ نو'' اس شاندار طریقے پر نکالا کہ آج بھی لوگ ان کے اس دورِ ادارت کو یاد کرتے ہیں۔ اداریہ نویسی ایک مشکل صنف ہے۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''نظری اور اصولی اعتبار سے اداریہ اخبار کی روح اور ادارتی صفحہ اس کی شخصیت کا مظہر ہوتا ہے اس لحاظ سے اداریہ نویسی ایک ایسی ذمہ داری ہے جو صحافت کے باقی تمام شعبوں کی ذمہ داریوں سے زیادہ اہم اور مشکل ہوتی ہے۔'' (۴)

کشور ناہید نے اعلیٰ تخلیقی صلاحیتوں کی بدولت اس ذمہ داری کو نہایت احسن طریقے سے نبھایا اور رسالہ کے علمی و ادبی وقار میں اضافہ کیا۔ وہ بے باک انداز میں پوری طرح سچائیوں کو بے نقاب کرتی رہیں پھر صحافتی میدان میں کالم نویسی کی طرف آئیں تو ابتدا میں انھوں نے انگریزی کالم لکھنے کا آغاز کیا اور انگریزی اخبار ''فرنٹیئر پوسٹ'' میں اظہار رائے کرنا شروع کیا۔ انگریزی کالم نویسی کا یہ دور ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۹ء کو محیط رہا۔ کالم نویسی میں ان کا یہ سفر ارتقاء کی طرف گامزن رہا۔ ۱۹۹۹ء میں انھوں نے روزنامہ جنگ سے وابستگی اختیار کر لی اور اردو کالم نویسی شروع کی۔ اردو کالم نویسی کی طرف ان کا رجحان کب اور کیوں ہوا؟ اس حوالے سے کشور ناہید بتاتی ہیں کہ مجھے خلیل صاحب جو اس وقت زندہ تھے انھوں نے کہا کہ لکھا کرو اس وقت مجھ سے پہلے ش۔فرخ اور مسرت جبیں تھیں۔ بس انھوں نے اردو کالم لکھنے شروع کیے اور ان کا یہ سفر تب سے تا حال جاری ہے اور اس حوالے سے ان کے لکھے گئے کالم ماضی و حال دونوں کے عکاس ہیں ان کے کالموں کے تین مجموعے اب تک منظر عام پر آ چکے ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دکان ہنر
۲۔ ورق ورق آئینہ
۳۔ گمشدہ یادوں کی واپسی

''دکان ہنر'' ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں موجود کالم نہ صرف اردو ادب بلکہ ملکی و غیر ملکی حالات و واقعات کی

بھی عکاسی کرتے ہیں۔ ''ورق ورق آئینہ'' ان کے کالموں کا دوسرا مجموعہ ہے۔ یہ ۲۰۰۶ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کتاب میں موجود کالم ملکی وغیر ملکی ادب، ثقافت، سیاست اور دیگر حالات وواقعات اور عورت کے مقام ومرتبہ جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے جبکہ ان کے کالموں کا تیسرا مجموعہ ''گمشدہ یادوں کی واپسی'' ہے یہ ۲۰۱۶ء میں شائع کیا گیا اس کتاب میں جتنے کالم ہیں وہ سب کے سب نہ صرف پاکستان کے داخلی حالات بلکہ عالمی مسائل پر بھی کشور ناہید کا نکتہ نظر پیش کرتے ہیں۔

کشور ناہید کے اردو کالموں کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہم انہیں مختلف اقسام میں تقسیم کر کے جائزہ لے سکتے ہیں۔ وہ علم و ادب کی نمائندہ ہیں اور شعر وادب میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔ وہ شعر وادب میں نہ صرف اردو ادب بلکہ عالمی ادب کا بھی وسیع مطالعہ رکھتی ہیں۔ عالمی ادب کے موضوعات کو اردو ادب میں بیان کرنے کی ماہرانہ قدرت رکھتی ہیں۔ انھوں نے نہ صرف ادبی موضوعات پر کالم لکھے بلکہ مختلف ادبی شخصیات کے نظریات کو بھی اپنے کالموں میں دلکش اسلوب میں بیان کیا ہے۔ ادبی کالم نگاری کے حوالے سے وحید الرحمٰن خان نے نہایت جامع بات لکھی ہے:

> ''ادبی کالم سے مراد اخبار میں شائع ہونے والی وہ بے ساختہ تحریر ہے جس کا موضوع سراسر ادبی ہو۔ ظاہر ہے کہ موضوع کے ساتھ ساتھ اس کا اسلوب بھی ادبیانہ ہونا چاہیے۔''(۵)

اس تناظر میں اگر کشور ناہید کے کالموں کو دیکھا جائے تو یقیناً وہ اس معیار پر پورا اترتے ہیں وہ اپنے کالموں میں کہیں شعری تجربے بیان کرتی ہیں تو کہیں وہ ادب اور ادیبوں کے رویوں کو زیر بحث لاتی ہیں۔ بعض اوقات وہ ایک نقاد کے روپ میں سامنے آتی ہیں۔ اس حوالے سے ان کے بہت سے کالم زیر بحث لائے جاسکتے ہیں جن میں سے ایک کالم ''نئی پرانی شاعری'' جس میں وہ قدیم وجدید شعراء اور ان کے موضوعات شعر کا جائزہ پیش کرتی ہیں وہ بدلتے ہوئے دور کے تقاضوں اور شعری رویوں کو زیر بحث لاتی ہیں کالم کے آغاز میں لکھتی ہیں:

> ''سوال یہ ہے کہ کیا شاعری نئی اور پرانی بھی ہوتی ہے ہر چند اس کا جواب نفی میں ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج بھی ہم خسرو، بیدل، غالب، میر، سودا، اقبال کے علاوہ جدید شعراء، فیض، راشد، مجید امجد، میراجی اور اختر الایمان کو نہ پڑھ رہے ہوتے۔''(۶)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کشور ناہید شاعروں کے ذہنی رویوں، ان کی شاعرانہ قدرت او دوراندیشی سے متاثر نظر آتی ہیں۔ ''چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے'' کے عنوان سے کشور ناہید نے کالم ان ادبی شخصیات کے متعلق لکھا ہے جنہوں نے نظم ونثر کے میدان میں خود کو منوانے کے بعد صحافتی میدان میں قدم رکھا اور بطور کالم نگار اپنی الگ پہچان بنائی ان میں سے چند ایک مشہور ادبی شخصیات جیسا کہ انتظار حسین، سلمیٰ جبیں، مسرت جبیں، سلیم احمد، عطاالحق قاسمی، اصغر ندیم سید، منو بھائی و دیگر شامل ہیں۔ اردو ادب کے پرانے ادیبوں چراغ حسن حسرت، شبلی بی۔اے، اور احمد ندیم قاسمی کا ذکر بھی نہایت محبت سے کرتی ہیں جنہوں نے فن کالم نگاری میں قدم رکھا تو یہاں بھی ان کی قابلیت کے ڈنکے بجنے لگے۔ کشور ناہید ان ادیبوں، ان کی تحریروں کے رنگوں اور اہمیت کے حوالے سے لکھتی ہیں:

> ''نظم ونثر لکھنے والا اپنی ادبی تحریروں کے علاوہ چاہے وہ کسی اخبار یا رسالے کا اداریہ ہے کہ کالم اس کی دائمی حیثیت اور ان کو پڑھ کر اس زمانے کی سیاست، سیاستدانوں، سماجیات،

سماجی کارکنوں، ادبی تحریکوں، ادبی زعما، اور پھر اس زمانے کے کھانوں، لوازمات اور تحریکوں کا علم ہوتا ہے۔ کیا کیا پرانے لوگ یاد آتے ہیں بلکہ اس زمانے کے اطوار اور سلیقے سمجھ میں آتے ہیں۔'' (۷)

ان کے دیگر ادبی کالموں میں ''کراچی میں ادب میلہ'' لکھا جس میں کراچی میں ہونے والے ادب میلے پر سیر حاصل بحث کی ہے اس کے علاوہ ''ماں بیٹی کا تحریری چلن ایک جیسا ہے'' میں انھوں نے اردو ادب کی مایہ ناز ناول نگار جمیلہ ہاشمی اور ان کی بیٹی ڈاکٹر عائشہ صدیقہ کی تخلیقی صلاحیتوں پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ عہد جدید اور اکیسویں صدی کے تقاضوں سے بھی واقف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ''شاعروں اور ادیبوں کی ویب سائیٹ کون بنائے گا'' کالم تحریر کیا جس میں انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق کتب بینی اور شعرا و ادبا کے تعارف و ادبی سفر سے نئی نسل کو روشناس کرانے کے لیے یہ قدم کتنا اہم ہے ادب کے علاوہ ان کے ہاں سیاست بھی اہم موضوع ہے۔ سیاسی کالموں میں چونکہ ملکی سیاست اور سیاستدانوں پر ہی نہیں لکھا جاتا بلکہ اس میں عالمی سیاست اور سیاسی پالیسیوں کے حوالے سے بھی اظہار خیال کیا جاتا ہے اب جبکہ دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے اور عالمی منظر نامے پر ہر ایک کی نظر ہے تو اس صورت حال میں کشور ناہید نے جہاں دیگر موضوعات پر لکھا وہیں سیاست پر بھی لکھنے کی طرف مائل ہوئیں وہ ایک منجھی ہوئی کالم نویس ہیں۔ اس لیے ملکی سیاست پر گہری اور ناقدانہ نظر رکھتی ہیں انہیں سیاسی پالیسیوں اور ان پر عمل درآمد کے حوالے سے ویسی ہی بے یقینی ہے جیسے ہر دوسرے انسان کو ملکی سیاست کے حوالے سے ہوتی ہے ان کے سیاسی کالموں کی تعداد بھی کافی تعداد ہے۔ سیاسی رویوں اور ضابطوں کے حوالے سے بھی وہ بڑی باریک بین ہیں اس حوالے سے ان کا ایک کالم ''پارلیمان سے شائستگی کہاں گئی'' اس کالم میں انھوں نے پارلیمنٹ ، اسمبلی میں سیاست دانوں کے عمومی رویے اور بات چیت کے طریقے کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ارکان پارلیمان کے اس طرز عمل کے حوالے سے کشور ناہید لکھتی ہیں:

''ہمارے تمام صوبوں میں پارلیمان کے اراکین میں بھی نوک جھونک چلتی رہتی ہے مگر وہ سیاسی موضوعات پر اختلاف رائے ہوتا ہے یہ جمہوری نظام میں ضروری ہوتا ہے مگر پنجاب میں تو چاہے گورنر ہی ہو چاہے پارٹیوں کے سربراہ اتنی ناشائستہ زبان کہ حد کر دی۔ ساری اخلاقیات کی دھجیاں بکھیر دی ہیں ہر روز تپے ہوئے فقرے اچھل رہے ہوتے ہیں اس حد تک کہ لوگ سڑک پر بیٹھے بھی ان کا مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں کام کم اور باتیں زیادہ ہیں۔'' (۸)

وہ پارلیمان میں ایسی حرکتوں اور باتوں کو نہ صرف غیر ضروری جمہوری قرار دیتی ہیں بلکہ ان کو تہذیب و شائستگی کے خلاف سمجھتی ہیں۔ وہ ان ارکان پارلیمان کی تربیت اور ریفریشر کورسز کی ضرورت پر زور دیتی ہیں تاکہ کسی حد تک پارلیمنٹ کا ماحول بہتر کیا جا سکے۔ آپس میں جھگڑے کی بجائے ملک کے اور عام فرد کے مسائل کے حل کے لیے اقدامات اٹھائے جا سکیں۔

''وزیر اعظم صاحب اردو کو دشمنوں سے بچائیں'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اس کالم میں انھوں نے مجموعی ملکی صورت حال اور مختلف اداروں کی حالتِ زار پر رائے دینے کے بعد اردو زبان کے حوالے سے تفصیلاً گفتگو کی ہے وہ اردو کے فروغ کے

لیے حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''اردو کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ ان اداروں کو آزاد کیا جائے اور اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے ان کو تجارتی خطوط پر کام کرنے دیا جائے۔''(۹)

وہ ہندوستان میں فروغ اردو کے لیے کی جانے والی کوششوں کو ہمارے لیے قابل تقلید قرار دیتی ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ قومی تشخص ،قومی زبان اور قومی لباس کو اہمیت دینے کی اشد ضرورت ہے اور اس سلسلے میں ضروری ہے کہ اردو زبان کو مکمل طور پر رائج کیا جائے اور اس حوالے سے سنجیدہ اقدامات کیے جائیں تا کہ اردو زبان کو عالمی سطح کی زبانوں میں نمایاں مقام حاصل ہو سکے۔

قومی زبان کے حوالے سے ہی ان کا ایک اور کالم ''سیاستدان اپنی زبان پر فخر کب کریں گے'' ہے۔اس کالم میں جیسا کہ عنوان ہی سے ظاہر ہے کہ سیاسی قیادت اور قومی رہنماؤں کے اردو کے حوالے سے نظریے اور رویے پر بات کی ہے۔ وہ چین اور جاپان جیسے ترقی یافتہ مما لک کا حوالہ دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ وہ ہر فورم پر اپنی قومی زبانوں کو اولیت دیتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں معاملہ الٹ ہے کیوں کہ پاکستان میں اردو کو قومی زبان تو کہا جاتا ہے مگر اس پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے تمام سرکاری دستاویزات ،تقاریر انگریزی میں کی جاتی ہیں اور جب تک ہمارے رہنما اردو بولنے سے احتراز کرتے رہیں گے عوامی سطح پر اردو کے ساتھ یہ امتیازی سلوک کیا جاتا رہے گا۔ بقول کشور ناہید:

''مقصود یہ ہے کہ ہمارے رہنما ہی اگر اپنی زبان کی قدر نہیں کریں گے تو عوام جو رابطے کی زبان اردو کو اپنے تئیں بہت اچھا بولتے ہیں ان کی سمجھ میں بھلا کب آئے گی کہ ہمارے رہنما اپنے وطن کی زبان کیوں نہیں بولتے ہیں۔''(۱۰)

وہ اس بات سے آگاہ ہیں کہ قوم کے تشخص میں زبان کا کردار کلیدی نوعیت کا ہے۔اردو کے تشخص کے حوالے سے ہی ان کا ایک کالم ''اردو کی تیسری عالمی کانفرنس'' ہے اس میں انھوں نے کراچی آرٹس کونسل میں منعقدہ ایک عالمی اردو کانفرنس کا احوال تحریر کیا ہے جس میں اردو ادب سے وابستہ عظیم شخصیات نے نہ صرف شرکت کی بلکہ ہر شخصیت نے اپنے اپنے اسلوب و ہیئت میں اردو زبان کے حوالے سے اظہار خیال بھی کیا۔ کشور ناہید نے کالم میں نہایت جامع اور موثر طریقے سے کانفرنس کا احوال لے کر اردو زبان کی اہمیت پر بات کی ہے۔

کشور ناہید کے کالموں کی ایک جہت ان کے سیاحتی کالم ہیں۔ان کالموں سے اردو کے قاری کو نہ صرف دوسرے مما لک سے متعلق پڑھنے کو ملتا ہے بلکہ معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے ان کا ایسا ہی ایک کالم ''امریکی شناخت کا مسئلہ ہے'' ہے جس میں وہ امریکہ جانے کے حوالے سے نوجوانوں میں بڑھتی ہوئی خواہش کے متعلق اظہارِ خیال کرتی ہیں تو دوسری طرف امریکہ کی شناخت پر بھی تفصیلی گفتگو کرتی ہیں بقول کشور ناہید:

''امریکی کو ثقافتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس ملک کا اپنا کوئی کلچر نہیں ہے، اپنی کوئی موسیقی نہیں ہے، مصوری میں کوئی تاریخی تہذیب نہیں ہے کھانوں اور لباس میں اپنی کوئی شناخت نہیں ہے حتّٰی کہ زبان کے معاملے مین بھی کوئی دائمیت نہیں ہے۔''(۱۱)

دیگر ملکوں کی سیاحت کے دوران انہیں ہندوستان کے شہر گوا کو دیکھنے کا موقع ملا تو اس سے متعلق ''گوا کا سیاحت نامہ

'' لکھا۔گوامیں ہر طرف امن واماں ہے سیاح اپنے ملکوں اور شہروں کے شوروغل سے دور یہاں آ کر سکوں محسوس کرتے ہیں ساحلِ سمندر کی ہواانہیں پھر سے تازہ دم کر دیتی ہے اس حوالے سے لکھتی ہیں:

''چونکہ ساحلِ سمندر ہے آٹھ جگہوں پر یعنی ساحلِ سمندر پہ خوبصورت لیٹنے اور تیرنے کی جگہیں ہیں ہر آٹھویں قدم پر ایک نئی ہٹ ہے جس میں کافی سے لے کر ہر طرح کے مشروب، سوپ اور سمندری خوراک بہت مزیدار چوبیس گھنٹے دستیاب ہے۔''(۱۲)

کشور ناہید یہاں اپنے سیاحتی مقامات سوات، کالام اور مالم جبہ کے اس قدر خوبصورت ہونے کے باوجود محض سیاحوں کے لیے سہولیات کے فقدان پر افسوس کا اظہار کرتی ہیں۔اس کے علاوہ جاپان کے حوالے سے بھی ان کا ایک کالم بعنوان ''۳ہزار جزیروں کے ملک جاپان میں'' ہے۔یہ کالم تمام تر جاپان کے لوگوں کے رہن سہن، طرزِ معاشرت اور ان کے ماضی و حال کی عکاسی کرتا ہے۔کشور ناہید کے کالموں کے موضوعات میں تنوع یہیں تک نہیں بلکہ وہ نسائی ادب میں بھی منفرد مقام کی حامل ہیں اور جہاں انھوں نے علم وادب کے دیگر شعبوں میں عورتوں اور ان کے حقوق کے لیے آواز بلند کی ہے کالموں میں بھی عورتوں کے حقوق اور معاشرے میں ان کی حیثیت کو موضوع بنایا اور بہت سے کالم لکھے۔اس سلسلے میں ان کا ایک کالم ''خواتین سے متعلق اچھی خبریں'' ہے۔اس کالم میں وہ معاشرے میں عورت کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے کیے گئے کچھ اقدامات کو سامنے رکھتے ہوئے اظہارِ خیال کرتی ہیں۔وہ فہمیدہ ریاض کو کمالِ فن انعام دیے جانے کے اقدام کو سراہتے ہوئے لکھتی ہیں:

''یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ کمالِ فن فہمیدہ ریاض کو دیا گیا ہے جو کہ شاعری، افسانہ، ترجمہ اور ناولٹ لکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔۔۔۔پہلی دفعہ خوشی ہوئی ہے کہ کمالِ فن انعام معقول شخصیت کو ملا ہے۔توقع ہے کہ فن کی توقیر اس طرح کی جاتی رہے گی۔''(۱۳)

خواتین سے متعلق کشور ناہید کا ایک اور کالم ''ادب میں تانیثیت کیا ہے؟'' دیکھا جا سکتا ہے۔اس کالم میں تمام تر بحث ادب میں خواتین کی شمولیت اور ان کے سراہے جانے کے حوالے سے ہے۔کیوں کہ آج کی عورت بدلتے ہوئے معاشرے پر بے لاگ انداز میں لکھ رہی ہے وہ موضوعات کا وسیع میدان رکھتی ہے ہر شعبۂ زندگی چاہے وہ سیاست ہو معاشرت ہو مذہب ہو ہر حوالے سے اس کا ذہن کشادہ ہے۔کشور ناہید اس بات پر زور دیتی ہیں کہ عورت کی تانیثیت کو منفی نہیں بلکہ مثبت انداز میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح معاشرے کی ناہمواری اور عورتوں سے امتیازی سلوک کی نشاندہی کشور ناہید کے کالموں میں جابجا نظر آتی ہے۔ان کے کالموں میں وسیع موضوعات کا ہونا ان کے حساس ادیبہ ہونے کا غماز ہے اور ان کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے کالم ان کی صحافتی بصیرت کے ترجمان ہیں وہ ملک کے حالات چاہے وہ سماجی، معاشرتی، تہذیبی، سیاسی اور علمی وادبی ہوں۔ان کا گہرا ادراک رکھتی ہیں۔وہ سنجیدہ انداز میں تمام موضوعات کو نہایت خوبصورت انداز میں قاری کے سامنے پیش کرتی ہیں ان کا فن کالم نگاری اس معیار پر پورا اترتا ہے جس کے متعلق پروفیسر غلام رسول لکھتے ہیں:

''کالم ایک پرکار کی مانند ہے جس کا ایک سرا محور پر قائم رہتا ہے اور دوسرا اس محور کے اردگرد گھومتا اور دائرے بناتا چلا جاتا ہے دائرہ کبھی چھوٹا ہوتا ہے اور کبھی اس کا پھیلاؤ انتہاؤں کو

چھونے لگتا ہے۔''(۱۴)

کشور ناہید کے کالم بھی اپنے محور پر قائم رہتے ہیں وہ جو بھی موضوع منتخب کرتی ہیں اس کو تمام تر پہلوؤں سمیت لکھتی ہیں کہ قاری اس موضوع کے پس منظر سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے اور حال سے بھی واقفیت حاصل کر لیتا ہے۔موضوعات کا تنوع کشور ناہید کی فکری کاوشوں کا آئینہ دار ہے۔کالم نویسی چونکہ ایک فن ہے اور کالم نگار حالات و واقعات، زندگی معاشرے کے مختلف پہلوؤں اور اپنے ذاتی مشاہدات و تجربات کو بھی قارئین تک پہنچاتا ہے۔لوگوں کے ضمیر جھنجھوڑتا ہے اور ایک مصلح اور رہنما کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے اس لیے کالم نگار کا انداز بھی ایسا ہونا چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ ابلاغ ہو سکے۔کشور ناہید کے اسلوب کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کے یہاں معلومات کی فراوانی اور زبان و بیان کی روانی ہے جو ان کے کالم کو بلند پایہ بنا دیتی ہے۔وہ تکلف و تصنع سے پاک سادہ زبان میں بات کرنے کی قائل ہیں اپنے کالموں میں جب تجزیہ کرتی ہیں تو ایک اچھے نقاد کے طور پر بھی سامنے آتی ہیں ان کی تحریر میں نہ صرف پختگی پائی جاتی ہے بلکہ ادبی رنگ بھی کھل کر سامنے آتا ہے اور صحافت میں ادب کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔وہ چونکہ ایک سنجیدہ ادیبہ ہیں اس لیے اظہار خیال کرتے ہوئے ادبی رکھ رکھاؤ اور شائستہ زبان اختیار کر کے خبر کو بھی اس طرح پیش کرتی ہیں کہ خبر اور موضوع میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔وہ چونکہ ادب کی پروردہ ہیں اس لیے اپنے کالموں میں اکثر نظموں، غزلوں، اقتباسات اور تراجم کو بھی شامل کرتی ہیں اس حوالے سے ان کے بے شمار کالم دیکھے جا سکتے ہیں وہ انسانی المیوں کی تصویر کشی نہایت عمدہ انداز میں کرتی ہیں کہ یہ تصویر کشی قاری کے قلب و ذہن پر گہرا اور دیرپا اثر چھوڑ جاتی ہے۔پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ کشور ناہید دورِ حاضر کی وہ نابغہ روزگار شخصیت ہیں جو بطور کالم نویس بھی اپنی منفرد اور جداگانہ حیثیت اور شناخت رکھتی ہیں اور اپنے ہم عصر لکھنے والوں میں اپنا مقام و مرتبہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔وہ جدید عصری تقاضوں سے واقف ہیں اور بدلتے ہوئے وقت کے تقاضوں کے مطابق خود کو اور اپنی تحریر کو ڈھالنے کے ہنر سے بخوبی واقف ہیں۔انھوں نے اپنے فن و فکر کی بدولت اردو زبان و ادب میں نئے امکانات روشن کیے ہوئے ہیں اور اردو زبان جو اپنی وسعت اور ہمہ گیریت کی بدولت جانی جاتی ہے۔اس میں اپنا ایک مثبت اور کلیدی ادا کر رہی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ظفر عالم ظفری، پروفیسر، ڈاکٹر، ندرتِ اسالیب، لاہور: بیکن بکس، ۲۰۰۸ء، ص:۱۱۰

۲۔ محمد اسلم ڈوگر، فیچر، کالم اور تبصرہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص:۱۸

۳۔ شفیق جالندھری، اردو کالم نویسی، لاہور: اے ون پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص:۱۷۵

۴۔ مسکین علی حجازی، ڈاکٹر، فن اداریہ نویسی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص:۱۱

۵۔ وحید الرحمٰن خان، جامہ بگوش۔ایک مطالعہ، لاہور: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۴ء، ص:۱۴

۶۔ کشور ناہید، گمشدہ یادوں کی واپسی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص:۶۸

۷۔ ایضاً، ص:۱۲۱

۸۔ ایضاً، ص:۱۹۲

۹۔ ایضاً، ص:۳۱

۱۰۔ ایضاً،ص:۵۲

۱۱۔ کشور ناہید، ورق ورق آئینہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء،ص:۱۱۱

۱۲۔ ایضاً،ص:۱۷۵

۱۳۔ کشور ناہید، کالم: خواتین سے متعلق اچھی خبریں، مشمولہ: جنگ، روزنامہ، لاہور: جلد ۳۷،شمارہ ۱۰۰،۲۲ جنوری ۲۰۱۶ء،ص:۸

۱۴۔ غلام رسول شوق، پروفیسر، حرف شوق، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۵ء،ص:۱۵

☆......☆......☆